جمع و ترتیب
سید عابد حسین زیدی

ناشر
پیغامِ وحدتِ اسلامی

کتاب کی شناخت

نام کتاب	:	دوستی
جمع وترتیب	:	سید عابد حسین زیدی
کمپوزنگ	:	الباسط گرافکس
پروف ریڈنگ	:	سید رضا عباس عابدی (محمد)
مطبع	:	الباسط پرنٹرز
ایڈیشن	:	سوم
تعداد	:	ایک ہزار
سالِ طبع	:	۲۰۰۶ء

باہتمام

مدرسۃ القائمؑ

A-50، سادات کالونی بلاک 20 فیڈرل بی ایریا، کراچی۔

فون:- 0320-4092535,0304-2035290,6366644

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

دیباچہ

محترم عابد حسین نے اپنی مُرتبہ کتاب ''دوستی'' کے موضوع پر مجھے دکھائی۔ میں نے جستہ جستہ اس کو پڑھا۔ اس کتاب میں احادیثِ معصومینؑ، سنتِ رسولؐ اور سلف صالحینؒ کے حوالے سے ''دوستی'' کے حقوق کو بڑے دلنشین اور سادہ الفاظ میں بیان کیا ہے۔ آج کل جبکہ مفاد پرستی اور مادہ پرستی کا دور دورہ ہے دوستی اور دوستوں کو صرف مطلب نکالنے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ اس قسم کی کتاب کا لکھنا اور عام کرنا، یقیناً اصلاحِ معاشرہ اور امر بالمعروف کا حق ادا کرنے کے مترادف ہے۔ ایک طبقہ تو دنیا پرست ہے، دوسرا طبقہ جو خود کو دیندار سمجھتا ہے، وہ بھی صرف رسم و رواج ہی کو دین جانتا ہے۔ دین کی روح صرف رسم و رواج کو پورا کرنا نہیں بلکہ حقوق و فرائض کو پورا کرنا اصل دین کی حقیقت ہے۔ ان حقوق میں سب سے پہلا حق تو ہمارے خالق اور مالک، خداوند عالم کا ہے۔ اس کی اطاعت و عبادت کرنا ہی اس کے حق کو ادا کرنا ہے۔ خداوند عالم کے بعد حضور اکرمؐ، ان کی اولادِ اطہارؑ، انبیائے کرامؑ، اولیائے کرامؒ کا حق ہے۔ اساتذہ کرام، والدین اور علمائے کرام بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔ کیونکہ ان ہی کے ذریعہ ہم کو خدا اور رسولؐ کی تعلیمات ملی ہیں۔ ان کے بعد عزیز رشتہ داروں کا حق ہے، بیوی اور اولاد کا حق ہے اور اس کے ساتھ ساتھ غرباء، فقراء، مساکین، یتامیٰ کے حقوق ہیں۔ انہی حقوق کا ادا کرنا دین کی روح ہے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا ہے

اعبدالناس من اتام علی الفرائض

سب سے بڑا عابد وہ ہے جو سب سے زیادہ اپنے فرائض کو ادا کرنے والا ہے۔ مجھے خدا کی ذات اور اس کی مہربانیوں سے یہ امید ہے کہ خدا مرتِب کی اس خدمت کو قبولیتِ عام اور بقائے دوام عطا فرمائے گا۔ نیز ان کی مساعی جمیعہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرما کر دنیا اور آخرت کا بھرپور اجر عطا فرمائے گا۔ (الٰہی آمین)

شاهاں چه عجب گر بنوا زند گدارا

والسلام

دعا گو : ڈاکٹر محمد حسن رضوی

دوستی ایک ایسا موضوع ہے کہ مختلف کتابوں میں اس پر ضمنی طور پر گفتگو تو کی گئی ہے لیکن اس پر الگ سے کوئی کتابچہ یا کتاب مہیا نہیں تھی۔ بچوں، نوجوانوں بلکہ ہر شخص کی زندگی میں دوستوں کی اہمیت کے اثرات ساری زندگی محسوس کیئے جاسکتے ہیں۔

کتاب پڑھ کر کوئی بھی شخص نہ صرف خود اندازہ لگا سکتا ہے کہ دوست کس طرح کے بنائے جائیں بلکہ یہ بھی اندازہ لگا سکتا ہے کہ دوسروں کے حق میں وہ کس طرح کا دوست ثابت ہوا ہے۔

دوستوں کے حقوق کے متعلق پڑھ کر اس بات کا اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب دوستوں کے اتنے حقوق ہیں تو پھر رشتے داروں اور ماں باپ کے کیا حقوق ہوں گے اور ان کو ہم کتنا پورا کرتے ہیں؟

مطالعہ کے دوران قاری، ان شرائط کا موازنہ اپنے آپ سے کرتا رہے تاکہ اس کے اثرات اپنی ذات میں محسوس کیئے جاسکیں۔ جن عظیم مقاصد کی تکمیل کیلئے انسان کی خلقت ہوئی ہے اسے ایسے اوصافِ حسنہ سے بھی آراستہ ہونا چاہیئے اور انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا شرف اس کے انہیں اوصاف کے عملی اظہار سے مربوط ہے ورنہ اس میں اور جانوروں میں حدّ فاصل کا تعین مشکل ہے۔ کسی شخص کے طرزِ فکر اور رجحان کا پتہ بھی اس

بات سے چلایا جا سکتا ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ اس کے دوست کیسے ہیں؟ لہٰذا ان تمام امور کو مدنظر رکھتے ہوئے اس موضوع کی اہمیت کا اندازہ لگانا آسان ہے۔اس کا احساس کرتے ہوئے الگ سے اس پر ایک کتاب شائع کرنا جو ضخیم بھی نہ ہو کہ قاری کی طبع پر گراں گزرے اور نہ اتنی مختصر کہ مضمون کا حق ادا نہ ہو سکے، ادارہ کی توفیقات میں انشاءاللہ اضافہ کا سبب بنے گا۔امید ہے کہ نوجوان خاص طور پر اس کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے دوستی کے سلسلے میں اقدام کریں گے۔

ادارہ

پیغامِ وحدتِ اسلامی

بسم تعالیٰ

آدابِ دوستی

ایک سوال؟

کسی عاقل کا کہنا ہے کہ جب ہم کوئی گھوڑا خریدنا چاہیں تو اس کی اچھی نسل اور طرزِ تربیت کے بارے میں اچھی طرح تحقیق کرتے ہیں لیکن کیا ہم اپنے دوست کے انتخاب میں اتنی باریک بینی سے کام لیتے ہیں؟

کیا ہمارے دوست ایک گھوڑے سے بھی زیادہ ہماری زندگی میں اثر انداز نہیں ہوتے؟

لوگوں کی اقسام

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

”دلی دوست جو بھائی کی طرح ہوتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔“

۱ ...... کچھ تو غذا کی طرح ہوتے ہیں کہ ان کی دوستی ضروری وناگزیر ہے۔

۲ ...... کچھ لوگ دوا کی مانند ہوتے ہیں جن کی ضرورت کبھی کبھار ہوتی ہے (البتہ ہوتی ضرور ہے)۔

۳ ...... کچھ لوگ بیماری کی طرح ہوتے ہیں جن کی ضرورت کسی بھی وقت نہیں ہوتی (بلکہ ان سے دور رہنا ضروری ہے)۔

بُرے دوستوں کے اثرات

جس طرح ہمارے جسم کو غذا کی ضرورت ہے جس سے ہماری قوت و طاقت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ہماری روح بھی دوستوں کی ہمنشینی سے کبھی اچھی باتیں کسب کرتی ہے اور کبھی بُرے دوستوں کی بُرائیاں ہماری روح میں سرائیت کر جاتی ہیں۔

عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ نوجوان اپنی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے والوں کی روحانی اور اخلاقی حالت کا اچھی طرح جائزہ نہیں لیتے اور اپنی دوستی کا ہاتھ بھی ان کی طرف بڑھا دیتے ہیں اور پھر ان کی یہ بے توجہی ان کو حقیقی راستے سے دور تباہی اور بربادی کی طرف لے جاتی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ جوانوں کی اپنے دوستوں کی طرف فطری کشش اور جاذبیت سے بالکل صرفِ نظر بھی نہ کی جائے لیکن ان کو دوستی کی حدود و قیود، شرائط اور آداب سے بھی واقف کر دیا جائے تاکہ وہ غیر صالح اور ناپسندیدہ عناصر کے اثر و نفوذ سے بھی محفوظ رہ سکیں اور ان کی شخصیت کی بھی بے عیب پرورش ہو سکے۔

ممکن ہے کہ آپ کے دوست بدخواہ نہ ہوں مگر!

یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنی فطرت کے تقاضوں کے تحت بچھو کی طرح ڈنک ماریں اور اپنے زہر آلودہ اخلاق کو غیر محسوس انداز میں آپ کی روح میں اتار دیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں

''انسان عملاً اپنے دوست کی سیرت وروش کی پیروی کرتا ہے۔ پس تم میں سے ہر ایک کو نہایت دیکھ بھال کر دوست بنانے چاہئیں۔''

مولا علی علیہ السلام بھی اپنے ایک کلام میں نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

''شریر لوگوں سے ربط وضبط سے پرہیز کرو کیونکہ تمھیں خبر بھی نہ ہوگی اور تمھاری طبیعت ان کی بُرائی قبول کرلے گی۔''

ایک تجزیہ

معاشرہ ، ماحول اور دوست کس طرح ایک شخص کی شخصیت پر اپنا اثر ڈالتے ہیں۔نفسیات کے ماہرین نے اس سلسلے میں کئی تجربے کئے ہیں۔

''۱۹۵۳ء کے موسم بہار میں کیلی فورنیا یونیورسٹی کے شعبہ نفسیات نے ایک آزمائش کا اہتمام کیا اور اس سلسلے میں انہوں نے سو افراد کو تین روز تک اپنے زیر آزمائش رکھا۔

تیسرے اور آخری روز ان کا ایک ٹیسٹ لیا گیا اور ان سو افراد کو پچاس پچاس افراد کے دو گروہ میں تقسیم کردیا گیا۔ایک گروہ کو گروہِ آزمائش کا نام دیا گیا اور دوسرے گروہ کو گروہِ شاہد کا نام۔

گروہِ آزمائش کو ۵،۱۵ افراد کے ۱۰ دستوں میں تقسیم کردیا

گیا اور ان میں سے ہر فرد کی میز پر ایک بٹن تھا جس کے ذریعے وہ اپنے دستے سے تعلق رکھنے والے تمام لوگوں کے جواب سے آگاہ ہو سکتا تھا لیکن اس آزمائش کا راز ایک نکتے میں پنہاں تھا اور وہ یہ کہ اس بٹن کو دبانے سے اسکرین پر جو جواب آتا تھا وہ آزمائش کرنے والوں کا اپنا بنایا ہوا جواب تھا اس دستے کے افراد کی اکثریت کا نہیں۔

درحقیقت آزمائش کرنے والوں نے ہر مسئلہ کا ایک مصنوعی جواب ایجاد کر کے آزمائش ہونے والوں میں سے ہر ایک کی رائے کو فریب دیا اور یہ لوگ اس راز سے بے خبری کی بناء پر جس جواب کو اسکرین پر دیکھتے، اسے اکثریت کی رائے سمجھتے اور اکثر افراد نے اندھا دھند اسی رائے کا اظہار کیا۔

ریاضی کے ایک سوال کا غلط جواب ۸۹ افراد نے مصنوعی اکثریت کے فریب میں آکر بے سوچے سمجھے دیا۔''

لہٰذا رذیل اور اوباش لوگوں سے ملنا جلنا انسان کے اندر ناپاک خیالات اور پست خواہشات پیدا کرتا ہے اور طویل مدت تک ان سے تعلقات رکھے جائیں تو یہ بات یقینی ہے کہ انسان کے اخلاق بھی پست ہو جاتے ہیں اور وہ اُن ہی کے خراب ماحول کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔

ایسے لوگوں سے میل جول رکھنا طاعون کیطرح ہے جو فوراً انسان کے بدن میں سرائیت کر جاتا ہے۔

روئی آگ کے پاس رکھی جائے تو خود بخود جل اٹھتی ہے اور تجربہ شاہد ہے کہ بُرائی اس سے زیادہ تیزی سے انسان کی روح میں اثر کر جاتی ہے اور اس کی مثال بارود کے ایک ڈھیر کی سی ہے جو ایک شرارے سے بھڑک اٹھتا ہے اور اپنے شعلوں سے ہر چیز کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔

اپنے گھر کو سیلاب کی گزرگاہ پر تعمیر مت کیجیے؟

جس شخص کو اپنی نیکوکاری پر ناز ہو اور وہ بُرے دوستوں سے میل جول ترک نہ کرے تو اس کی مثال ایک ایسے شخص کی سی ہے جو اپنا گھر سیلاب کی گزرگاہ پر تعمیر کرے اور یہ سمجھے کہ سیلاب کی قوت اس کے گھر کی بنیادوں پر اثر انداز نہ ہو گی۔

وہ لڑکی جس کی سہیلیاں اچھی ہوں یا وہ لڑکے جن کے دوست نیکوکار ہوں وہ خوش نصیب ہیں کیونکہ بہت سے لوگ فقط اس وجہ سے بدبختی سے دوچار ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنے دوستوں یا سہیلیوں کے انتخاب میں مکمل احتیاط نہیں برتتے۔

ہم فرض کر لیتے ہیں کہ آپ بہتر شریف اور متین ہیں کہ بُروں سے ملاقات آپ کی روح پر کوئی اثر نہیں ڈالتی لیکن لوگ آپ کے بارے میں کیا کہیں گے؟ کیا وہ آپ کو انہی کے زمرے میں نہیں شمار کریں گے کہ آپ ان سے میل جول رکھتے ہیں؟

ایک قدیم عربی مثل ہے کہ

''ایک بُرا دوست لوہار کی مانند ہے اگر تمھیں اپنی آگ سے نہ بھی جلائے تب بھی اس کی بھٹّی کا دھواں تمھاری آنکھوں کو تکلیف پہنچاتا ہے۔''

بُرے دوست آخرت کیلئے خطرہ!

یہ بات یاد رہے کہ بُرے دوستوں یا بُری سہیلیوں سے خطرہ صرف دنیاوی زندگی تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس قسم کی دوستی کی وجہ سے لوگوں کو قیامت کے دن بھی شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔

جو لوگ قیامت کے دن عذابِ خداوندی میں گرفتار ہوں گے ان میں سے ایک گروہ کے بارے میں قرآن یوں ارشاد فرماتا ہے کہ:

''وہ آرزو کرتے ہیں کہ اے کاش ! ہم دنیا میں فلاں غیر صالح شخص سے دوستی اور رفاقت نہ کرتے۔ وہی تھا جس نے ہمیں گمراہی کے راستے پر ڈالا۔''

(سورہ فرقان آیت نمبر ۲۸، ۲۹)

مولائے کائنات علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''دنیا و آخرت کی بھلائی دو چیزوں میں جمع ہو جاتی ہے ایک رازوں کا چھپانا اور دوسری اچھے لوگوں سے دوستی کرنا۔ اسی طرح دنیا و آخرت کی بدبختی بھی دو چیزوں

میں مضمر ہے، ایک رازوں کا فاش کرنا اور دوسری بُرے
لوگوں کی رفاقت اختیار کرنا۔''

جو شخص بُروں سے دوستی کرتا ہے اگرچہ ان کی فطرت اس پر اثر انداز نہ بھی ہو تب بھی اس پر ان کے طور طریقوں کا الزام آجاتا ہے اور اگر وہ شراب خانے میں نماز بھی پڑھنے جائے تب بھی شراب خوری سے منسوب ہو جاتا ہے۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''میرے والد بزرگوار نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹے! جو شخص
بُرے لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے وہ ان کی بُرائی سے
محفوظ نہیں رہتا اور جو شخص بدنام جگہوں پر جاتا ہے وہ
بدنام ہو جاتا ہے۔''

- عقلمند کی دشمنی نادان کی دوستی سے اچھی ہے۔
  امام علی علیہ السلام
- کسی دوست کی نعمت پر حسد کرنا نہایت ہی کم ہمتی اور ذلت ہے۔
  امام علی علیہ السلام
- بخیل دوست میں کوئی خیر و خوبی نہیں۔
  امام علی علیہ السلام
- سچا دوست ایک موافق انسان ہے کہ دو قالب اور یک جان ہے۔
  امام علی علیہ السلام

دوست کن کو بنائیں؟

کیونکہ ہر شخص اس قابل نہیں ہوتا کہ اس کی صحبت اختیار کی جائے اور اس سے دوستی کی جاسکے کیونکہ دوستی کے لائق وہی ہوتا ہے جس میں یہ صفات پائی جائیں۔

ا ...... دوست عاقل اور باشعور ہو

کیونکہ احمق اور بیوقوف شخص کی دوستی بالکل بیکار ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس سے دوستی ہو بھی جائے تو بالآخر اس سے وحشت ہونے لگتی ہے۔ احمق وہ شخص ہے جو کچھ سمجھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور اسے اگر کچھ بتانے کی کوشش بھی کریں تو بھی اسکے پلّے کچھ نہ پڑتا ہو۔

مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''کسی صورت بیوقوف کو اپنا دوست مت بناؤ۔''

۲ ...... دوست خوش اخلاق اور نیک طبیعت ہو

کیونکہ بداخلاق سے کسی قسم کی سلامتی کی توقع نہیں کی جاسکتی اور جب اسکی بداخلاقی حرکت میں آتی ہے تو اسے کسی کے حقوق پائمال کرنے میں کوئی باک نہیں ہوتا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ:

''نیک خو فاسق کی صحبت بدخو قاری سے بہتر ہے۔''

۳ ...... دوست جو نیکوکار اور صالح ہو

کیونکہ جو شخص خدا کی نافرمانی اور گناہوں میں ڈوبا ہے، اس کو خدا کا خوف نہیں ہوتا اور جس میں خدا کا خوف نہ ہو اس کی دوستی پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ نیک اور صالح لوگوں سے ملنا جلنا ہماری روحانی قوتوں کو بڑھاتا ہے، ہماری قوتِ ارادی کو مضبوط کرتا ہے۔

ایسے ہی دوست کے بارے میں شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ

''ایک دن حمام میں ایک خوشبودار مٹی ایک محبوب کے ہاتھ سے میرے ہاتھ میں آئی تو میں نے اس سے کہا کہ تو مُشک ہے یا عنبر کیونکہ تیری دلآویز خوشبو سے میں مست ہو رہا ہوں تو اس نے کہا میں تو ایک ناچیز مٹی تھی لیکن ایک مدت تک گلاب کے پھولوں کے ساتھ رہی، میرے ساتھی کے جمال نے مجھ میں اثر کیا تو میں خوشبودار ہوگئی ورنہ میں تو وہی ناچیز مٹی ہوں۔'' (ترجمۂ اشعار)

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ

''سب سے زیادہ خوش نصیب وہ شخص ہے جو کریم اور صالح لوگوں سے دوستی رکھے۔''

۴ ...... دوست دنیا کا حریص اور لالچی نہ ہو

کیونکہ ایک دوست کی طبیعت دوسرے دوست کی طبیعت میں سے کچھ ایسی چیزیں چُرا لیتی ہے کہ خود اس کو بھی خبر نہ ہوگی کہ مجھ میں دوست کی کون

کون سی بُرائیاں آگئی ہیں۔ لہٰذا اگر دنیا کے حریص سے دوستی ہوگی تو خود دوسرے دوست میں بھی دنیا کی حرص پیدا ہو جائے گی اور اگر کسی متقی و دیندار سے دوستی ہوگی تو اس سے خود زُہد و تقویٰ دوسرے میں پیدا ہوگا۔ اسی وجہ سے طالبین دنیا کی صحبت مکروہ ہے اور راغبین آخرت کی دوستی پسندیدہ ہے۔

مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"دنیا پرست لوگوں سے دوستی نہ کرو اگر تمھارے مال و دولت میں کمی واقع ہوگی تو وہ تمھیں حقارت سے دیکھیں گے اور اگر اس میں فراوانی ہوگی تو وہ رشک اور حسد میں مبتلا ہو جائیں گے۔"

۵ ...... دوست احمق، کنجوس، بزدل اور جھوٹا نہ ہو

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"چار لوگوں کے ساتھ میل جول نہ رکھو اور نہ ہی ان سے رشتہ داری قائم کرو۔ احمق سے، کنجوس سے، بُزدل سے اور جھوٹے سے کیونکہ

احمق ...... تم کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہوگا تب بھی ناسمجھی میں نقصان پہنچا دے گا۔

کنجوس ...... تم سے لے گا تو سہی لیکن دے گا کچھ نہیں۔

بُزدل ...... معمولی مشکل کے وقت نہ صرف تمھیں بلکہ اپنے والدین کو بھی چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوگا۔

جھوٹا ...... اگر سچ بھی بولے گا تب بھی اس کی بات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

۶ ...... دوست فاسق و فاجر نہ ہو

امام جعفرِ صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''فاسق سے (دوستی سے) ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ وہ ایک لقمہ بلکہ اس سے بھی کمتر کی خاطر تجھے فروخت کرنے سے نہ چوکے گا۔''

لوگوں نے پوچھا۔ مولا ''لقمہ سے بھی کمتر'' کا کیا مطلب ہے؟ تو فرمایا کہ محض اس کی طمع کے لئے (یعنی لقمہ حاضر نہ ہو محض امید ہو کہ شائد مل جائے)

۷ ...... دوست خوشامدی اور چاپلوس نہ ہو

مولائے کائنات علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''خوشامدی اور چاپلوس کو اپنا دوست نہ بناؤ کیونکہ وہ اپنے ناپسندیدہ اعمال کو اچھا بنا کر پیش کرے گا اور اس کی خواہش ہوگی کہ تمھارا کردار بھی ویسا ہی ہو جائے۔''

۸ ...... دوست ایسا نہ ہو جو آپ کی لغزشوں کو یاد رکھے اور خوبیاں بھول جائے

مولائے کائنات علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''ہرگز ایسے شخص کی دوستی اختیار نہ کرو جو تمھاری لغزشوں کو یاد رکھے اور تمھاری خوبیوں کو بھول جائے۔''

مولائے کائنات علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''وہ دوست جو کسبِ حلال اور اچھے اخلاق کے حصول میں تمھارا مددگار نہ ہو۔ اگر سمجھو تو اسکی دوستی تمھارے لئے وبال ہے۔''

۱۰ ...... دوست تلون مزاج اور دھوکہ باز نہ ہو

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''تلون مزاج اور دھوکہ باز لوگوں کی دوستی میں بھلائی نہیں کیونکہ وہ جس رُخ کی ہوا چلے اُسی رُخ کو ہو لیتے ہیں۔ جب تمھیں ان کی مدد کی ضرورت نہ ہو تو وہ بڑے سخی اور فیاض ہوتے ہیں لیکن اگر تم کسی دن ان کے محتاج ہو جاؤ تو وہ بخیل اور سخت گیر ہو جاتے ہیں۔''

۱۱ ...... دوست خائن، ظالم اور چغلخور نہ ہو

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''تین قسم کے لوگوں سے یعنی خائن، ظالم اور چغلخور کی دوستی اور رفاقت سے اجتناب کرو کیونکہ جو شخص تمھارے فائدے کی خاطر دوسروں کو دھوکہ دیتا ہے وہ ایک دن

تمھیں بھی دھوکہ دے گا اور جو شخص تمھاری خاطر لوگوں
پر ظلم کرے وہ ایک دن تم پر بھی ظلم کرے گا اور جو شخص
دوسروں کی چغلی تمھارے پاس کھائے وہ جلد ہی تمھاری
چغلی دوسروں کے پاس بھی کھائے گا۔''

دوست جو صاحبِ علم و حکمت ہو

مولائے کائنات علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''تعجب ہے اس آدمی پر جو اس بات کی خواہش رکھتا ہے
کہ اس کے دوست واحباب بہت سے ہوں اور پھر بھی
وہ علماء واولیاء و پرہیزگاروں کی صحبت کیوں اختیار نہیں
کرتا ان کے فضائلِ غنیمت سمجھنے کے قابل ہیں اور ان
کے علوم رہنمائی کرتے ہیں۔''

یہ تمام اصول و شرائط شریعت نے اس ہی وجہ سے بتائے ہیں کہ ہر
انسان اس بات کی لیاقت نہیں رکھتا کہ کس کی دوستی اختیار کی جائے؟ لہٰذا اگر
کبھی دوست بنانا مقصود ہو تو ان شرائط کو ملحوظ خاطر رکھا جائے کیونکہ جس کو
دوست بنایا جا رہا ہو اس میں کچھ تو ایسی صفات ہوں جس کی وجہ سے اس میں
رغبت محسوس ہو۔

ایک جیسی طبیعتوں میں آپس میں کشش ہوتی ہے

ایک روایت کے مطابق

"اگر ایک مومن اس مجلس میں جائے جس میں سو منافق ہوں
اور ایک ایماندار تو وہ اسی ایماندار کے پاس جا کر بیٹھے گا اور
ایک منافق ایسی مجلس میں جائے جس میں سو ایماندار ہوں اور
ایک منافق تو وہ اسی منافق کے پاس آ کر ہم نشست ہوگا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ مثل کی طرف کشش ہوتی ہے اگرچہ اس کو علم نہ ہو جیسے پرندے، کہ اڑنے میں دو قسم کے پرندے کبھی متفق نہیں ہوتے اور بغیر کسی مناسبت کے ان کی پرواز ایک ساتھ نہیں ہوتی ہے۔

- جو ہم (اہلبیتؑ رسولؐ) کے ساتھ دوستی اور محبت کا دم بھرتا ہے تو اس بشر کو یہ لازم ہے کہ مصائب اور تکالیف کے لئے تحمل کی ذرہ پہن لے۔ امام علی علیہ السلام
- دوستی ایک خود پیدا کردہ رشتہ ہے۔ امام علی علیہ السلام
- غریب وہ ہے جس کا کوئی دوست نہ ہو۔ امام علی علیہ السلام
- پورا مومن وہ ہے جس کی دوستی و دشمنی، کسی سے مؤاخذہ کرنا اور چھوڑ دینا غرض کہ سب کام اللہ تعالی کے لئے ہو۔ امام علی علیہ السلام

اگر یہ تمام صفات ایک شخص میں نہ ملیں تو کیا کریں؟

کیونکہ یہ تمام صفات ایک ہی شخص میں تو جمع نہیں ہو سکتیں لہٰذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہمیں دوستی کی جو بھی غرض ہے، اسکی صحیح پہچان ہو مثلاً

۱ ...... اگر دوستی کا مقصد صرف دوستی ہے

تو بہتر ہے کہ کسی نیک اخلاق والے کی دوستی اختیار کریں رسولؐ اسلام نے ابن مسعودؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا

"تمھارے ہمنشین اور دوست صالح اور نیک ہونے چاہیئیں اور تمھیں چاہیئے کہ زاہد اور پرہیز گار لوگوں کی جانب بھائی چارے اور رفاقت کا ہاتھ بڑھاؤ کیونکہ اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں فرمایا کہ قیامت کے دن سب دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے بجز پرہیز گار لوگوں کے، جن کی دوستی پائیدار ہوگی۔"

۲ ...... اگر دوستی کا مقصد صحبتِ دینی ہے

تو پھر ایسے شخص کی تلاش کی جائے جو علم بھی رکھتا ہو اور پرہیز گار بھی ہو۔

۳ ...... اگر محض دنیا ہی کے لئے دوستی اختیار کرنی ہے

تو پھر بہتر ہے کہ وہ کسی اہلِ کرم ہی کو ڈھونڈ لے جو سلیم الطبع ہو۔

دوستی میں احتیاط وہوشیاری کی اہمیت

تجربہ کار اور عقل مند لوگ دوستوں کے انتخاب میں بڑی احتیاط برتتے ہیں اور اگر کسی سے دوستی پیدا کرنا اور اس کا سچا دوست بننا چاہیں تو عقل و ہوش سے کام لیتے ہیں اور جلد بازی اور بے جا احساسات کو اس امر پر اثر انداز نہیں ہونے دیتے۔

...... پہلے پہل اس سے مانوس ہوتے ہیں تاکہ اس کے طرزِ فکر، اخلاق اور گزشتہ زندگی کے حالات وواقعات سے آگاہ ہوسکیں۔

...... پھر اسے مختلف طریقوں سے آزماتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ وہ دوستی کی تمام شرائط پر پورا اترتا ہے اور اسکی صلاحیتوں کا اندازہ لگا لیتے ہیں پھر اس سے دوستی قائم کرتے ہیں اور ایسی دوستی تمام خطرات سے پاک، مضبوط اور پائیدار ہوتی ہے۔

مولائے کائنات علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"جو شخص صحیح آزمائش کے بعد دوستی اور رفاقت کی بنیاد ڈالتا ہے اس کی رفاقت پائیدار اور دوستی مستحکم ہوتی ہے۔"

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

"تمھارے جاننے والوں میں جس شخص کو تم پر تین بار غصہ آیا ہو لیکن اس نے تمھارے بارے میں کوئی ناروا بات نہ کہی ہو تو تم اسکی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھا سکتے ہو اور اس کے ساتھ دوستی کی بنیاد رکھ سکتے ہو۔"

دوستی میں اعتدال اور میانہ روی ضروری ہے

دوستی میں اعتدال اور میانہ روی ضروری ہے یہ ایک ایسا نکتہ ہے کہ جسے ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے۔

کیونکہ ممکن ہے کہ بے اعتدالی کا نتیجہ نا قابلِ تلافی نقصان کی صورت میں نکلے جو انسان کو تباہی سے دوچار کردے۔

دوستی ہو جانے کے بعد مندرجہ ذیل احتیاطوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۱ ...... دوست پر ایک حد تک اعتماد کریں

دوستی کے دوران دوست پر اسی حد تک اعتماد کرنا چاہیے کہ اگر بعد میں رنجیدگی کی بناء پر ایک دوسرے سے جدائی بھی ہو جائے تو وہ کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

> ''جس دوست سے تمہیں دِلی تعلق ہو اس کے ساتھ دوستی کا اظہار اعتدال کی حد میں اور مصلحت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کرو کیونکہ ممکن ہے کہ ایک دن وہ تمھارا دشمن بن جائے اور جس شخص سے تمھاری دوستی نہ ہو اس سے سرد مہری برتنے میں بھی اعتدال سے کام لو کیونکہ ممکن ہے کہ ایک دن وہ کدُورت چھٹ جائے اور وہ تمھارا دوست بن جائے''

۲ ...... سب راز دوست کو مت بتاؤ

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ

''تم اپنا ہر راز دوست کو نہ بتاؤ کیونکہ کیا خبر وہ کس وقت تمھارا دشمن بن جائے اور ہر وہ تکلیف جو تم اپنے دشمن کو پہنچا سکتے ہو مت پہنچاؤ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ ایک دن تمھارا دوست بن جائے۔''

یہی وجہ ہے کہ ایک بڑے سردار نے جو میدانِ جنگ کی طرف جا رہا تھا لوئی چہار دھم سے کہا تھا کہ آپ میرے دوستوں کے شر سے میری حفاظت کریں، دشمنوں کا مجھے کوئی خوف نہیں۔

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''اپنے دوستوں پر ساری محبت نچھاور کر دو اس پر مکمل اعتماد مت کرو اس کے ساتھ ہر لحاظ سے مساوات برتو اور اس کی مدد کرو لیکن اسے اپنے تمام رازوں سے آگاہ نہ کرو۔''

۳ ...... اپنے دوست کو کبھی رنجیدہ مت کرو

مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''جب انسان اپنے دوست کو رنجیدہ کر دے تو گویا اس نے جدائی کے لئے راستہ ہموار کر دیا۔''

کیونکہ اوّل تو قابل اعتماد دوست کا ملنا ہی مشکل ہے لیکن اس سے زیادہ مشکل چیز اس کے ساتھ دوستی کو برقرار رکھنا ہے۔

مولائے کائنات علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''کمزور ترین شخص وہ ہے جو اپنے لئے دوست نہ بنا سکے
اور اس سے زیادہ کمزور وہ ہے جو اپنے حاصل کردہ
دوستوں کو کھو دے۔''

۴ ...... چغلخوروں کی بات پر توجہ نہ دیں

ایسے لوگ بھی ہمارے معاشرے میں ہیں جنہیں دوسروں کے مخلصانہ اور دوستانہ تعلقات نہیں بھاتے اور وہ ہمیشہ ان کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی فکر میں رہتے ہیں، وہ سچّی، جھوٹی باتیں ایک دوسرے کے پاس جا کر لگاتے ہیں اور اس طرح انہیں ایک دوسرے سے بددل کر دیتے ہیں۔

مولا علی مشکل کشا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''جو شخص چغلخوروں کی باتوں کی طرف توجہ دے گا وہ
اپنے عزیز دوست کو کھو بیٹھے گا۔''

۵ ...... جدائی کا باعث بننے والے افعال سے اجتناب کریں

''ایک دن حارث ابن اعور نے جو مولا علیؑ کے اصحاب میں
سے تھے، کہا کہ یا امیر المومنینؑ! میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔''

توجب اس نے دوستی کا ذکر چھیڑا تو مولاؑ نے مندرجہ ذیل جملوں میں ان کاموں کی تشریح فرمائی جو دوستوں کو ایک دوسرے کے بارے میں انجام نہیں دینے چاہئیں۔ فرمایا، اگر تم کسی کو دوست رکھتے ہو تو

۱ ...... اس سے مخالفت اور دشمنی نہ کرو

۲ ...... اس کا مذاق نہ اڑاؤ

۳ ...... اس سے جھگڑا نہ کرو

۴ ...... اس کے ساتھ نامناسب شوخی نہ کرو

۵ ...... اسے پست اور حقیر نہ سمجھو

۶ ...... اس پر برتری اور فوقیت حاصل کرنی کی کوشش نہ کرو

کیونکہ یہ کام دوستی کے مقام سے مناسبت نہیں رکھتے اور دوستوں کے تعلقات بگاڑ دیتے ہیں۔ایک دانشور کا کہنا ہے کہ

''بیشتر لوگ تمسخر پر مبنی بات پر نقصان برداشت کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔''

اور ایک لاطینی زبان کی مثل ہے کہ

''تمسخر دوستی کا خون کر دیتا ہے''

۶ ...... دوست کی ہر بات پر تنقید مت کریں

دوست کی ہر بات میں مین میخ نکالنا اور اسکی معمولی غلطیوں اور لغزشوں سے درگزر نہ کرنا اتنی بڑی غلطی ہے جو بعض اوقات دوستی کے خاتمہ کا باعث بن جاتی ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''اپنے دوست کا عُذر (اگر اس سے کوئی لغزش سرزد ہو جائے تو) قبول کرلو اور اپنی لغزش کے لئے کوئی عذر پیش نہ کر سکے تو خود اس کیلئے کوئی عُذر گھڑ لو۔''

دوستی کے فائدے

دوستی کے دُنیاوی فائدے

یہ تو سب کو معلوم ہی ہوتے ہیں مثلاً دوست کے مال، عزت اور جاہ و منصب سے فائدہ اٹھانا یا صرف اس کے دیدار یا ہم نشینی سے دل بہلانا وغیرہ یہ سب دنیاوی فائدے دوست سے حاصل ہوتے ہیں۔

دوستی کے دینی فائدے

۱ ...... مثلاً دوست کے علم یا اُس کے عمل سے فائدہ حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔

۲ ...... یا ضروریات میں اس کی مدد لینا تا کہ وہ مصیبتوں میں کام آئے۔

۳ ...... یا اُس کی دعا کی برکت حاصل کرنا مقصود ہوتی ہے۔

۴ ...... یا آخرت میں اس کی شفاعت کی توقع ہوتی ہے جبھی علمائے سلف نے فرمایا کہ

"دوست بہت سے پیدا کرو کیونکہ ایماندار شفاعت کرے گا تو کیا عجب ہے کہ تم کسی دوست کی شفاعت سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔"

بہت سے آثار میں سے ہے کہ

"خدا ایمانداروں کی شفاعت دوستوں کے باب میں

قبول فرما کر دوستوں کو بھی ان کے ساتھ ہی جنت میں داخل فرما دے گا اور جب بندے کی مغفرت ہو جائے گی تو وہ اپنے دوستوں کی شفاعت کرے گا۔''

دوستی صرف اللہ کیلئے ہو

رسول اسلام ﷺ فرماتے ہیں کہ

''خدا کو جب کسی کی بہتری منظور ہوتی ہے تو وہ (بطور نعمت) اس کو دوست عطا فرما دیتا ہے کہ اگر وہ شخص کبھی یاد خدا سے غافل ہو جائے تو وہ (دوست) اسے یاد دلا دے اور اگر وہ خود ہی خدا کو ہمیشہ یاد رکھنے والا ہو تو وہ دوست بھی اس کی مزید مدد کرتا رہے۔''

اور فرمایا

''جو شخص خدا کیلئے کسی کو اپنا بھائی بنا لیتا ہے اسے جنت میں اتنا بلند درجہ نصیب ہوگا جو کسی اور عمل سے نصیب نہیں ہو سکتا۔''

ایک مقام پر پیغمبر اسلام ﷺ فرماتے ہیں

''خدا فرماتا ہے کہ میری دوستی کا حق انہی لوگوں کو پہنچتا ہے جو ایک دوسرے کے دوست میرے نام پر بن جاتے ہیں اور پھر ایک دوسرے کو ملنے کیلئے اور دیدار حاصل کرنے کیلئے آتے ہیں اور ایک دوسرے کو میرے

لئے چاہتے ہیں اور میرے لئے ہی ایک دوسرے کو مالی سہولتیں فراہم پہنچاتے ہیں اور میرے ہی لئے ایک دوسرے کی امداد پر کمر بستہ رہتے ہیں۔"

قیامت کے دن خدا کے دوست سائے میں ہوں گے

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ

"قیامت کے دن خدا پکارے گا کہ کہاں ہیں وہ (میرے پسندیدہ محبوب) لوگ جنہوں نے میرے نام پر ایک دوسرے سے دوستی اختیار کی تھی کہ آج مخلوق کی پناہ کیلئے کوئی سایہ نہیں تو میں انہیں اپنی رحمت کے سائے میں لے لوں۔"

عبادتیں بیکار ہو جاتی ہیں

"خدا کی طرف سے حضرت عیسیٰؑ پر وحی نازل ہوئی کہ تمام زمین و آسمان کے برابر عبادتیں اس وقت تک فائدہ نہیں دیتیں جب تک اُن میں اللہ کے نام پر دوستی اور دشمنی نہ ہو۔"

دوست وہ ہو جس کو دیکھ کر خدا کی یاد آئے

لوگوں نے ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا !

یا روح اللہ! ہمیں کن لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا چاہئے تو

فرمایا اُن کی صحبت میں جن کو دیکھ کر تمھیں خدا کی یاد آئے
اور جن کا کردار تمھیں آخرت کی طرف راغب کر سکے۔"

دوست کو دیکھ کر گناہ جھڑ جاتے ہیں

فرماتے ہیں کہ جب خدا کی خاطر دوستی کرنے والے آپس میں ملکر ایک
دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں تو ان کے گناہ اس طرح جھڑنے لگتے ہیں
جس طرح خزاں میں درخت کے پتے سوکھ کر گر جاتے ہیں۔

- اپنی زبان کو نرم کلام اور سلام کہنے کی عادت ڈال کہ اس سے تیرے دوست زیادہ اور دشمن کم ہو جائیں گے۔ امام علی علیہ السلام
- انصاف سے دوستی ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ امام علی علیہ السلام
- جس شخص کو تجھ سے سچی محبت ہوگی وہ تجھ کو فضول اور ناجائز کاموں سے ہٹائے گا۔ امام علی علیہ السلام
- تیرا دشمن وہ جو بُرے کاموں پہ اُکسائے۔ امام علی علیہ السلام
- اس انسان کی دوستی پر اعتبار نہ کر کہ جو اپنے وعدہ (قول) کو پورا نہ کر سکے۔ امام علی علیہ السلام
- اگر کوئی آدمی دوستی کے لائق نہ ملے تو کسی نااہل سے ہرگز دوستی نہ رکھ اور وہ شخص کہ جو اپنے مال سے تیری امداد، خبر گیری نہیں کرتا، اُس کو اپنا دوست مت خیال کر۔ امام علی علیہ السلام

دوستی اور محبت کی اقسام

دوستی اور محبت کا پہلا درجہ

۱ ...... اگر کوئی شاگرد اپنے استاد سے دوستی و محبت تحصیلِ علم کیلئے کرے مگر اس کا مقصد اس علم کو حاصل کرنے سے دُنیاوی جاہ و منصب حاصل کرنا یا پیسے کمانا ہو تو بھی اس کی محبت استاد سے خدا کے لئے نہیں ہوگی کیونکہ یہاں مقصد جاہ و مال ہے۔

۲ ...... اور اگر علم حاصل کرنے کا مقصد بُرا ہو مثلاً اپنے ہمسفروں کو نیچا دکھانا یا فخر و مباہات کرنا تو استاد سے محبت بھی مذموم ہوگی۔

۳ ...... اور اگر استاد سے محبت میں مباح مقاصد کی نیت ہوگی تو محبت بھی مباح ہوگی۔

۴ ...... اور اگر یہ محبت دنیاوی فائدوں کیلئے نہ ہو بلکہ اُخروی فائدے کیلئے ہو تو یہ محبت بھی خدا ہی کیلئے ہوگی مثلاً کوئی اپنے استاد سے اس لئے محبت کرے کہ ان کے ذریعے تحصیلِ علم ہوگی اور اپنا عمل درست کروں گا اور اس سے میری آخرت سنور جائے گی تو اس کی یہ محبت بھی خدا ہی کیلئے ہوگی۔

۵ ...... اور اسی طرح اگر استاد اپنے شاگرد سے محبت و دوستی کرے اور مقصد دُنیاوی نہ ہو بلکہ یہ ہو کہ یہ مجھ سے علم حاصل کرتا ہے تو اس کی بدولت مجھے آخرت میں عظیم رتبہ مل سکتا ہے اور اُس عالمِ ملکوت میں بلند درجہ

پر پہنچ سکوں گا تو یہ محبت بھی خدا کیلئے متصوّر ہوگی۔

۶ ...... بلکہ اگر کوئی عورت اپنی ملازمہ سے جو اس کی خدمت کرتی ہو یعنی اس کے گھر میں کپڑے دھونے، جھاڑو دینے، صفائی کرنے اور کھانے پکانے کا کام کرتی ہو، اُس سے اس وجہ سے اُنسیت و دوستی رکھے کہ مجھے علم و عمل اور دین خدا کے کام کرنے کیلئے فراغت ملے تو یہ محبت بھی خدا ہی کیلئے تصور کی جائے گی۔

۷ ...... اگر کوئی شخص کسی کو اس لئے دوست رکھتا ہے کہ وہ شخص اس کی یا عالمِ دین یا کسی دینی طالبِ علم کی تمام اغراضِ دنیاوی کا کفیل بن جائے یعنی اسکا کھانا، لباس، رہائش، اور دیگر ضروریاتِ زندگی اپنے پاس سے پوری کرے تاکہ اُس کو تبلیغ اور تحصیل علم کیلئے فراغت مل جائے لیکن اِس میں شرط یہ ہے کہ اُس کا مقصد اِس دوستی سے علم و تبلیغ کیلئے فراغت حاصل کرنا ہو (یہ نہ ہو کہ وہ اِس بہانے صرف مال جمع کرتا رہے) تو یہ دوستی و محبت بھی خدا ہی کیلئے تصوّر کی جائے گی۔

۸ ...... بلکہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بھی اِس وجہ سے دوست رکھتا ہو کہ وہ اس کو گناہوں سے بچاتی ہے یا اُس کیلئے اولاد پیدا کرتی ہے، جو اس کیلئے دعائے خیر کرے تو اُس بیوی سے یہی محبت و دوستی بھی، محبت فی اللہ سمجھی جائے گی اور اس طرح وہ نفقہ میں اپنی بیوی کو جو کچھ بھی دے گا اس کا ثواب صدقہ کی مانند ہوگا۔

دوستی اور محبت کا بلند درجہ

یہ بہت بلند درجہ ہے اس دوستی میں کوئی غرض بھی کسی کی کسی سے وابستہ نہیں ہوتی (یہاں نہ شاگردی کا تعلق ہوتا ہے نہ استادی کا، نہ کسی کو کسی سے پڑھنا مقصود ہوتا ہے نہ کسی کو پڑھانا، نہ دینی فراغت کیلئے کوئی وسیلہ مقصود ہوتا ہے) یہ فقط اِس لئے ہوتی ہے کہ جسے دوست بنایا جارہا ہے وہ خدا کا فرمانبردار ہے اور وہ خدا سے محبت رکھتا ہے لہٰذا یہ میرا دوست ہے یعنی یہ دوستی صحیح معنوں میں خدا کی راہ میں ہوگی۔ بلکہ یہ دوستی تو جنم لیتی ہی محبتِ الٰہی سے ہے، خدا سے وہ محبت جو عشق کی حدتک پہنچ گئی ہو۔

خدا کی دوستی کی اقسام

۱ خدا کی دوستی ...... دنیاو آخرت کی خاطر

۲ خدا کی دوستی ...... خداہی کی خاطر

البتہ خدا کی دوستی خداہی کی خاطر، یہ قسم تمام دوستیوں سے ارفع واعلیٰ ہے۔

دشمن کے حُسن سلوک پر مغرور نہ ہو کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے پانی کو آگ سے کتنا ہی گرم کیا جائے مگر پھر بھی اسکے بجھانے کے لئے کافی ہے۔ امام علی علیہ السلام

سچی دوستی برکت کا سبب ہے۔ امام علی علیہ السلام

بادشاہوں سے کبھی دوستی کی اُمید نہیں۔ امام علی علیہ السلام

دوستوں کے حقوق

دوستی میں چند حقوق ایسے ہیں کہ جن کے پورا کرنے سے دوستی کدُورتوں اور شیطانی وسوسوں سے خالی ہوجاتی ہے اور ان حقوق کے پورا کرنے سے خدا کا قُرب اور اعلیٰ درجات حاصل ہوجاتے ہیں۔ یہ بات واضح رہے کہ جب برادری اور دوستی کا عقد بندھ جائے تو اس کی مثال عقدِ نکاح کی سی ہوتی ہے جس کے اپنے حقوق ہوتے ہیں۔

رسول اسلام ﷺ کا بھی ارشاد ہے کہ

''دو بھائیوں کی مثال دو ہاتھوں کی سی ہے کہ جو ایک دوسرے کو دھوتے ہیں۔''

دوستی کے حقوق کے مراتب

...... سب سے کمتر مرتبہ یہ ہے کہ دوست کو بمنزلہ اپنے خادم وغیرہ کے جانو اور جو کچھ آپ کے مال میں پس انداز ہو اس سے دوست کی مدد کرو۔

...... دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس کو اپنے نفس کے قائم مقام سمجھو۔ سلف کے کچھ دوستوں کا یہ دستور تھا کہ ایک چادر بھی ان کے پاس ہوتی تھی تو اس کے بھی ٹکڑے کر کے آدھی اپنے پاس رکھتے اور آدھی دوست کو دے دیتے۔

...... تیسرا مرتبہ جو سب سے بڑھ کر ہے کہ دوست کو اپنے نفس پر ترجیح دیں اور اس کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدّم جانیئے ۔ یہ مرتبہ حدِّ یقین کا ہے۔

پہلا حق

دوستوں کا پہلا حق مال میں ہے کہ جب انہیں ضرورت ہو اُن کی مدد کی جائے لیکن یہ مدد بغیر طلب ہونی چاہیئے کیونکہ اگر دوست کے مانگنے تک کی نوبت آجائے تو ہم دوستی کے دائرے ہی سے باہر نکل گئے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے دل میں دوستی کی محض رسم اور ایک رواج سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں ۔

بزرگانِ سلف کی یہ عادت رہی ہے کہ روزانہ دوستوں کے گھر جاتے اور ان کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرتے ۔ان کی ضرورتوں کو بالکل اپنی ضرورت تصوّر کرتے تھے اور بالکل برابر کی اہمیت دیتے تھے اور جب اُن کا کام کرتے تو ان پر احسان دھرنے کے بجائے اُن کے مشکور ہوتے تھے کہ انہیں خدمت کا موقع دیکر سرخروئی کا موقع دیا۔

اور ایسے بھی دوست پرانے زمانے میں گذرے ہیں کہ اپنے دوست کی وفات کے بعد چالیس برس تک اس کے بیوی بچوں کی کفالت کرتے رہے اور حقِ دوستی کو لحظہ بھر فراموش نہ کیا۔

روایت میں ہے کہ

صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے اپنے ایک دوست کے پاس کھانا بھیجا۔

انہوں نے کہا کہ میرا فلاں دوست اِس کا زیادہ مشتاق اور حاجت مند ہے لہٰذا اُس کا حق زیادہ ہے اور اُسی کو بھیجنا بہتر ہے چنانچہ اُس کے پاس لے گئے مگر جب ان کے پاس لیکر گئے تو اس نے آگے دوسرے کو زیادہ مستحق سمجھ کر اس کے پاس بھیج دیا اور یوں وہ کھانا ہاتھوں ہاتھ پھرتا رہا حتیٰ کہ اس کے پاس آ پہنچا جہاں سے اوّل بھیجا گیا تھا۔

مولائے کائنات علیہ السلام فرماتے ہیں

''جب تک کہ دوست اپنے دوست کی غَیبت اور افلاس میں اور وفات کے بعد بھی اس کے حقوق کی نگہداشت نہ کرے، وہ دوستی میں کامل نہیں ہوسکتا۔''

دوست کا حق کتنا ہے؟

ایک شخص ایک صحابی رسولؐ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ خدا کیلئے آپ سے دوستی کرلوں تو اُن صحابی نے فرمایا کہ ''اے شخص تو دوستی کا حق بھی جانتا ہے؟ اس نے کہا آپ مجھے بتا دیجئے تو انہوں نے فرمایا کہ اس دوستی کے بعد تو اپنے درہم و دینار کا مستحق و مالک مجھ سے زیادہ نہ رہے گا اُس نے کہا کہ میں تو ابھی اس درجے تک نہیں پہنچا تو اُن صحابی نے کہا تو ٹھیک ہے پھر میرے پاس سے رخصت ہو جاؤ۔''

امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک شخص سے فرمایا

''تم میں کوئی اپنے بھائی کی آستین یا تھیلی میں ہاتھ ڈال کر جو چیز چاہے اس کی اجازت کے بغیر لے لیتا ہے یا نہیں؟ اُس نے عرض کیا نہیں تو آپؑ نے فرمایا پھر تم بھائی نہیں ہو۔''

دوست کا قرض

صحابی رسولؐ حضرت مسحوقؓ نے ایک دفعہ کافی بھاری کسی سے قرض لیا ان کے دوست خثیمہؓ کے ذمہ بھی کچھ قرض تھا لیکن خثیمہؓ نے مسحوقؓ کا قرض ادا کر دیا اور ان کو خبر بھی نہ ہوئی اور اسی مسحوقؓ نے دوستی کے حق کا خیال کرتے ہوئے خثیمہؓ کا قرض ان کی نادانستگی میں ادا کر دیا۔

کسی بزرگ کا ارشاد ہے کہ

''میں لقمہ تو اپنے دوست کو کھلاتا ہوں لیکن اس کا مزہ اپنے گلے میں پاتا ہوں۔''

دوستوں پر خرچ کرنا خیرات سے افضل ہے

مولائے کائنات علیہ السلام فرماتے ہیں

''بیس درھم جن کو میں اپنے کسی دوست کو فی اللہ دوں میرے نزدیک اُس سے بہتر ہیں کہ میں سو درھم مساکین پر خیرات کردوں۔''

حضور اکرم ﷺ کا طریقہ کار

۱ ...... ایک مرتبہ سردارِ انبیاءؐ اپنے کسی صحابی کے ساتھ ایک جنگل تشریف لے گئے اور اُس میں سے دو مسواکیں چُنیں جن میں سے ایک ٹیڑھی تھی اور دوسری سیدھی۔ جو مسواک سیدھی تھی وہ صحابی کو عنایت کی اور خود ٹیڑھی مسواک لے لی۔ صحابی نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ میری نسبت آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں تو آپؐ نے فرمایا:

''جو شخص دوسرے کے ساتھ رہتا ہے خواہ دن میں ایک ساعت ہی کیوں نہ ہو اُس سے اُس صحبت کی باز پرس ہوگی کہ اُس میں اللہ کے حق کو بجالایا تھا یا ضائع کردیا تھا۔''

۲ ...... ایک مرتبہ حضورؐ ایک کنویں پر غسل کیلئے تشریف لے گئے۔ حضرت حذیفہ یمانیؓ نے ایک چادر کی آڑ حضورؐ پر کرلی یہاں تک کہ آپؐ غسل سے فارغ ہوگئے پھر جب حذیفہ یمانیؓ غسل کرنے بیٹھے تو آنحضرتؐ نے کپڑا لیا اور کھڑے ہوگئے تاکہ عام لوگوں سے ان کو آڑ میں کردیں۔ حضرت حذیفہؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ میرے والدین آپؐ پر قربان، آپؐ ایسا نہ کریں لیکن حضورؐ نہ مانے اور آڑ کیے رہے یہاں تک کہ حذیفہؓ غسل سے فارغ ہوئے۔

دوستوں سے بے تکلّفی

سلفِ صالحین کا دستور ہوتا تھا کہ اپنے گر کی چابی اپنے دوست کے سپرد کردیا کرتے تھے اور ہر طرح کے تصرّف کا اسے اختیار دے دیتے تھے مگر وہ دوست بھی باعثِ تقویٰ اس کا مال نہ کھاتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی (او ماملکتم مفاتحه او صديقكم) اور خدا نے دوستوں کے مال میں انبساط و بے تکلّفی کی اجازت دے دی۔ جبھی کہا جاتا ہے کہ دوستوں کے گھر میں بے تکلّفی کرنا صفاتِ اُخوّت میں سے ہے۔

دوسرا حق

اپنے آپ کو اس کی مدد کیلئے ہر وقت تیار رکھے جس طرح کی بھی مدد اس کو چاہئے یعنی حاجتوں کے پورا کرنے اور سوال کرنے سے پہلے ہی اُن کو بجالائے اور اپنی حاجتوں پر اُن کو مقدّم کرنے میں مدد کرے جس طرح مالی اعانت کرنے کے کئی درجے ہوتے ہیں جس میں سب سے ادنیٰ یہ ہے کہ سوال کے وقت اُس کی حاجت پوری کرے مگر کشادہ پیشانی اور خوشی کے اظہار کے ساتھ۔

بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ جب تم اپنے کسی دوست سے کوئی حاجت چاہو اور وہ اس کو پورا نہ کرے تو اس کو دوبارہ یاد دلا دو کہ شاید وہ بھول گیا ہو اگر وہ یاد دلانے پر بھی پورا نہ کرے تو گویا اس پر وضو کر کے نمازِ جنازہ پڑھ لو (یعنی اس کو مُردہ سمجھ لو)۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں

''میں تو اپنے دشمن کی حاجت پوری کرنے میں جلدی کرتا ہوں اس خوف سے کہ اگر میں ان کی حاجت پوری کئے بغیر ہی ان کو واپس کردوں تو کہیں وہ مجھ سے بے پرواہ ہی نہ ہو جائیں۔''

جب دشمنوں سے ایسا سلوک ہونا چاہئے تو دوستوں سے کیسا نہ ہوگا۔

پرانے وقتوں کے بزرگوں کا طریقہ کار یہ تھا کہ اپنے دوست کے اہل وعیال کی خبر گیری اس کے مرنے کے بعد چالیس برس تک کرتے تھے، ان کی حاجتیں پوری کرتے، ہر روز ان کے پاس جاتے اور اپنا مال صرف کرتے غرض مرحوم دوست کے بال بچے صرف اپنے باپ کو گویا اپنی آنکھ سے نہ دیکھتے تھے لیکن اس کی شفقت وعنایت سب کو موجود پاتے تھے بلکہ جو راحت وآرام باپ کی زندگی میں نہ تھا وہ باپ کے دوستوں اور رفیقوں کے سبب سے ان کو حاصل ہوتا تھا۔

اظہارِ حاجت کا انتظار نہ کریں

دوست کی مدد کرنے کیلئے اس کے سوال اور اظہارِ حاجت کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی ضرورت کو اس طرح ادا کیا جائے کہ گویا آپ کو علم ہی نہ ہو کہ ہم نے ادا کی ہے اور نہ ہی اس کے پورا کرنے پر اپنا کوئی حق اُس پر سمجھو کہ گویا آپ نے اس پر کوئی احسان کیا ہے بلکہ اس نے جو آپ کی امداد

کی کوشش قبول کی اس پر اُس کے ممنون ہوں۔

دوست کی صرف قضائے حاجت پر اکتفانہ کریں بلکہ کوشش یہ کریں کہ زیادہ اکرام اور زیادہ ایثار میں پہل آپ کی جانب سے ہو۔

بزرگ کہا کرتے تھے کہ ہمارے دوست ہم کو ہمارے گھر والوں اور اولاد سے زیادہ محبوب ہیں اس لئے گھر والے ہم کو دنیا کی یاد دلاتے ہیں اور دوست آخرت کی۔

تیسرا حق

دوست کا حق آپکی زبان پر ہے کہ دوست کے معاملے میں چند موقعوں پر اپنی زبان کو خاموش رکھے۔

۱ ...... دوست کے حق میں ہمیشہ نیک کلمات زبان سے نکالے۔

۲ ...... دوست کے عیبوں کی پردہ پوشی کرے۔

۳ ...... دوست کی غیر حاضری میں اگر کوئی اس کی غیبت یا عیب جوئی کرے تو مزے سے سنتا ہی نہ رہے بلکہ اس کا منہ توڑ جواب دے بلکہ یوں سمجھے کہ گویا دوست قریب ہی کہیں کھڑا اس کی گفتگو سن رہا ہے اور اُس طرح جواب دے جس طرح وہ خود چاہتا ہے کہ اس کی غیر حاضری میں اس کے بارے میں کہا جائے۔

۴ ...... دوست سے چرب زبانی کا مظاہرہ نہ کرے۔ دوست جو کچھ کہے اس کو سُن لے اور اس کے خلاف بحث میں الجھا ہی نہ رہے۔

۵ ...... دوست اگر بات کر رہا ہو تو اس کو رد نہ کرے اور نہ اس کی

بات ٹالے۔

۶ ...... دوست کے بارے میں تجسّس نہ کرے اور جب اس کو کہیں آتا جاتا دیکھے یا کسی کام میں مشغول دیکھے تو اس کے متعلق سوال کرنے میں خاموش رہے جب تک کہ دوست خود بیان نہ کردے کہ وہ کہاں سے آرہا ہے، کہاں جارہا ہے یا کیا کررہا ہے؟ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بعض اوقات دوست کو یہ باتیں بتانا دشوار ہو یا اسے جھوٹ بولنا پڑجائے۔

۷ ...... دوست کے کسی راز کو فاش نہ کرے خواہ اُس سے تعلقات منقطع ہی کیوں نہ ہو چکے ہوں کیونکہ یہ تو پرلے درجہ کی بدطینتی ہے۔

بزرگوں کا کہنا ہے کہ:

''اگر تم کسی کو دوست بنانا چاہو تو پہلے کسی بہانے سے اسے غصہ دلاؤ اور پوشیدہ طور پر کسی کے پاس بھیجو اور دیکھو کہ وہ اس سے تمہارے جھگڑے کا راز فاش کرتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ اس راز کا تھوڑا سا حصّہ بھی ظاہر کردے تو سمجھ لو کہ وہ دوست بنانے کے قابل نہیں۔''

گلہ زبان پہ نہ لانا تھا بے وفائی کا
امیر ڈوب گیا نام آشنائی کا

کسی بزرگ سے جب یہ سوال کیا گیا کہ آپ راز کی حفاظت کس طرح کرتے ہیں، تو فرمایا

''میں راز کے حق میں قبر بن جاتا ہوں''

بلکہ کسی کا بیاں تو یہاں تک ہے کہ

''میں راز کو چھپاتا ہوں اور اس بات کو بھی پوشیدہ رکھتا ہوں کہ راز کو چھپاتا ہوں۔''

ہے نہیں راز میرے سینے میں مُردہ کی طرح
کیونکہ مُردہ کو توقع ہے اٹھے روزِ جزا

۸ ...... کبھی اپنے دوست کے بیوی بچوں اور عزیز واقارب کی غیبت وچغل خوری نہ کرے اور اگر کوئی دوسرا آدمی ان کے خلاف کچھ کہے تو اسکی باتیں دوست تک نہ پہنچائے کہ اُس سے اُسکا رنجیدۂ خاطر ہونا لازمی ہے۔

۹ ...... اگر دوست کی عدم موجودگی میں اُس کے متعلق تعریفی کلمات سنے تو اُس کا ذکر اپنے دوست سے ضرور کرے (کہ اس سے وہ خوش ہوگا) اور چھپائے نہ رکھے کیونکہ یہ حسد کی علامت ہے۔

۱۰ ...... اگر کبھی دوست سے خطا سرزد ہوجائے تو گلہ وشکوہ کے دفتر نہ کھول کر بیٹھ جائے اور اسے معذور سمجھنے کیلئے اپنی خطاؤں پر نگاہ ڈالے جو خدا کی اطاعت میں خود اس سے سرزد ہوتی رہتی ہیں تاکہ کسی سے تقصیر وخطا کا سرزد ہونا اس کے لئے عجوبہ نہ بن سکے اور وہ اس حقیقت سے آشنا ہوجائے کہ بے خطا و بے عیب دوست تو دنیا بھر میں ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے گا لہٰذا بے عیب دوست کی تلاش تو سوائے اس کے کچھ نہیں کہ لوگوں سے ملنا جلنا ہی ترک ہوجائے۔

۱۱ ...... دوست سے کبھی بدگمان نہ ہو کیونکہ بدگمانی خود حرام ہے اور

حضور ﷺ کا بھی ارشاد ہے

''اللہ نے ایک مومن کی چار چیزیں دوسرے مومن پر حرام کی ہیں''

(۱) مال (۲) غیبت (۳) بدگمانی (۴) خون

۱۲ ...... دوست جو بات کہے اس سے اختلاف نہ کرو، اُس کی ہنسی نہ اُڑاؤ، دنیا میں دوستی کو برباد کرنے کی اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہوتی کہ دوست کے ساتھ بات بات پر اختلاف کا اظہار کرتے رہیں اور مناظرہ کرنے لگیں کیونکہ دوست کی بات کو رد کرنے کا مطلب، دوسرے لفظوں میں یہ ہوتا ہے کہ گویا اس کے منہ پر اسے جاہل واحمق اور اپنے آپ کو عالم، فاضل اور عقلمند کہا جائے اور متکبّرانہ انداز سے اُسے حقارت آمیز نگاہوں سے دیکھا جائے۔ حالانکہ یہ سب باتیں دشمنی کی ہیں نہ کہ دوستی کی۔

۱۳ ...... دوستی کے امور میں ہچکچاہٹ سے کام نہ لے بزرگوں کا کہنا ہے کہ دوست سے اگر کوئی دوسرا دوست یہ کہے کہ آؤ چلیں (فی الفور بلا حیل وحجّت) تو بس چل پڑے کیونکہ اگر وہ یہ پوچھنے بیٹھ جائے کہ کہاں چلو گے (کیا کام ہے وہاں؟) وغیرہ تو یہ سب آدابِ دوستی کے خلاف ہے۔

ایک عالم فرماتے ہیں کہ:

''میرا ایک دوست ہوا کرتا تھا جب میں اس سے کچھ مانگتا وہ فوراً حاضر کر دیتا۔ ایک بار میں نے اُس سے کہا کہ مجھے فلاں چیز کی ضرورت ہے، اس نے کہا 'کتنی مقدار میں درکار ہے؟' اس کا یوں کہنا تھا کہ دوستی کی

شیرنی وحلاوت میرے دل سے ختم ہوگئی۔''

یہ بات یاد رکھئے کہ دوست کی محبت فقط موافقت سے برقرار رہ سکتی ہے ۔

۱۴ ...... دوست سے دوستی و محبت کا اظہار خاموش موافقت سے ہی نہیں بلکہ زبان سے بھی کیا جائے۔

حضورﷺ کا ارشاد ہے کہ

''جسے دوست رکھو اسے بتاتے بھی رہو (کہ میں تمھارا دوست ہوں) اس سے مراد یہی ہے کہ اس کے دل میں بھی جذبۂ دوستی و محبت پیدا ہوتا رہے اور یوں یہ محبت دوگنی ہوتی چلی جائے۔''

۱۵ ...... دوست سے ہر طرح کی احوال پُرسی زبان سے کی جائے (اشارے کنایوں میں نہیں) اس کی ہر شادی، غمی اور تکلیف وراحت میں باقاعدہ یہ کہہ کر اپنی مسرت یا ہمدردی کا اظہار کرے کہ 'میں تمھاری خوشی میں برابر کا شریک ہوں' یا یہ کہ مجھے تمھاری تکلیف سے اتنا ہی دکھ پہنچا ہے جتنا کہ تمھیں' اور اس کے رنج وراحت کو خود اپنا رنج وراحت سمجھے۔

۱۶ ...... جب دوست کو مخاطب کرے تو اچھے نام سے مخاطب کرے یا جو نام، عُرف یا تخلّص اسے پسند ہو اُسی سے پکارے۔

کہا جاتا ہے کہ دوستی تین باتوں سے مستحکم ہوتی ہے :

۱ ...... دوست کو اس کے پسندیدہ نام سے پکارا جائے۔

۲ ...... دوست سے سلام میں پہل کی جائے۔

۳ ...... بیٹھنے میں اسے مقدم رکھا جائے۔

۱۷ ...... دوست کی غیر حاضری میں اس کی تعریف کرے بلکہ اس کے اہل وعیال کو بھی سراہے کیونکہ دوستی میں اس کا بھی بڑا اثر ہوتا ہے۔

۱۸ ...... جو بھی نیکی دوست کی طرف سے ہو اُس پر اُس کا شکریہ ادا کیا جائے۔

کیونکہ مولائے متقیان علیہ السلام کا قول ہے کہ

''جو شخص کسی دوست کی نیک نیتی پر شُکر بجا نہیں لاتا تو وہ نیک کام پر بھی شکریہ ادا نہیں کرے گا۔''

۱۹ ...... دوست کی غیر موجودگی میں بھی زبان سے کم از کم اُس کی مدد ضرور کرنا چاہئے کیونکہ یہ بات بڑی جفا اور سنگدلی کی ہے کہ کسی کے سامنے اس کے دوست کی بُرائی ہو اور وہ خاموشی اختیار کئے رکھے۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ جیسے اس کے سامنے اس کے دوست کو مار پیٹ رہے ہوں اور وہ کھڑا تماشہ دیکھتا رہے اور مدد کو آگے نہ بڑھے بلکہ زبان کا زخم تو اور گہرا ہوتا ہے (جو کبھی مندمل نہیں ہوتا)۔

ایک عالم نے جب دو بیلوں کو بندھے ہوئے دیکھا اور پھر یہ دیکھا کہ ان میں سے ایک کھڑا ہوا تو ساتھ ہی دوسرا بیل بھی اٹھ کھڑا ہوا، وہ یہ دیکھ کر رو دیئے اور کہا کہ کاش مومنین بھی اسی طرح ایک دوسرے کی موافقت کرتے۔

۲۰ ...... دوست عِلم دین میں سے جن اُمور سے بے خبر ہو اُن کی تعلیم اُس کو دی جائے کیونکہ دوست کو دنیا کی تکلیف سے بچانے کی نسبت

دوزخ کی آگ سے بچانا زیادہ اہم ہے اور اگر سکھانے کے بعد یہ دیکھیں کہ وہ اس پر عمل پیرا نہیں ہے تو اسے نصیحت کریں، سمجھائیں۔ خدا کا خوف دلائیں لیکن یہ تمام نصیحتیں خلوت میں سمجھانا، بجھانا شفقت کی علامت ہے جبکہ سب کے سامنے سمجھانے سے دوسرے کی سبکی ہوتی ہے اور جو کچھ بھی اس کو نصیحت کی جائے نرمی وملائمت سے کہنی چاہئے (یہ نہیں کہ بیٹھے ڈانٹ رہے ہیں)۔

کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ

''مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے''

یعنی ایک دوسرے کی خامیاں انہیں ایک دوسرے کے ذریعے پتہ چل جاتی ہیں (یعنی یہ اُس کو ایک دوسرے کے عیب سے آگاہ کردیتے ہیں)

(۲) ...... اگر دوست خلوت میں آپ کی خامیوں سے آگاہ کرے تو آپ کو چاہئے کہ اس کے احسان مند ہوں اور اسے غصہ نہ دکھائیں۔ کیونکہ یہ تو ویسی ہی بات ہوگی کہ اگر کوئی یہ بتائے کہ آپ کے کپڑوں میں سانپ یا بچھو ہے تو آپ بُرا مان جائیں اور جس طرح اس اطلاع پر آپ غصہ نہیں کرتے بلکہ اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں اسی طرح اس نصیحت پر بھی غصہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ انسان کے عیب اور بُرائیاں بھی سانپ اور بچھو ہی تو ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ڈنک قبر میں ظاہر ہوں گے اور ان کے کاٹے کے زخم روح پر ہوں گے اور دنیاوی سانپ وبچھوؤں سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ہوں گے کیونکہ یہ روح پر لگیں گے جبکہ دنیاوی سانپ اور بچھوؤں کے زخم جسم پر ہوتے ہیں۔

جبھی کسی عاقل کا کہنا ہے کہ:

''خدا کی رحمت ہو اُس دوست پر جو میرے عیبوں کا تحفہ مجھے پیش کرتا ہے۔''

۲۲ ...... اگر دوست سے آپ کے حق میں کوئی خطا ہو جائے (تو اُس کے کہنے سے قبل ہی) ستّر طرح کی معذرت اپنے آپ ہی سے طلب کرو اور اگر آپ کا نفس پھر بھی آمادہ نہ ہو تو اس سے کہے کہ اصل بدخصلت اور بدفطرت تو تُو خود ہے کہ تیرے دوست نے تجھ سے ستّر بار معافی مانگی لیکن تو نے ایک نہ سنی۔

اور اگر نفس پھر بھی نہ مانے تو بھی دوستی کا رشتہ توڑ ڈالنے سے یہی بہتر ہے کہ تنہائی میں دوست سے ناراض ہو لیں، اُسے جھاڑ لیں، کچھ سخت سُست کہہ دیں۔ تاہم جھگڑا اور بدکلامی سے کام لینے کی ضرورت نہیں کہ اس سے تو قطع تعلق ہی بہتر ہے کیونکہ دوستی کا اصل مقصد و مدّعا تو یہ ہے کہ تہذیب و شائستگی حاصل ہو، اخلاق سنور جائے، صبر و تحمّل اور قوتِ برداشت زیادہ ہو جائے اور اس کی عادت پڑ جائے نہ یہ کہ دوستی میں آنکھ ہمیشہ ذاتی منفعت اور اپنے مفاد پر لگی رہے۔ لیکن سب سے بہتر بات یہ ہے کہ اگر دوست سے آپ کے حق میں کوئی تقصیر ہو گئی ہو تو اس سے پوشیدہ رکھنا اور جان بوجھ کر انجان بن جانا زیادہ بہتر ہے بشرطیکہ دوستی اپنی جگہ برقرار رہے۔

۲۳ ...... اگر دوست کوئی گناہ کر بیٹھے یا اس میں مستقل مبتلا ہو تو اس سے کنارہ کش نہ ہو جائیے کیونکہ اگر آج گناہ کیا ہے تو ہو سکتا ہے کہ کل

اسے چھوڑ دے اور عالم کی خطا سے درگزر کرنا احسن ہے اور اس سے قطع تعلق میں ہرگز جلدی نہ کریں کیونکہ اس کے گناہ سے کنارہ کش ہو جانے کی توقع دیگر لوگوں کی نسبت بہت زیادہ ہوتی ہے۔

ایک شخص سے لوگوں نے کہا کہ تیرا دوست گمراہ ہو کر گناہوں میں پڑ گیا ہے، اس سے دوستی کا رشتہ کیوں نہیں توڑ لیتا؟ اس نے کہا کہ اگر یہ بات ہے پھر اُسے آجکل دوست کی ضرورت اور بھی زیادہ ہے کیونکہ اس کا تو کام ہی بگڑا جا رہا ہے۔ اس تباہی کے وقت میں اسے کیونکر چھوڑ دوں، تاکہ وہ دوزخ کی آگ سے بچا رہے۔

لہٰذا لطف و مہربانی کا یہ انداز بالآخر توبہ کی راہ پر لے آتا ہے اور خستگی و درماندگی کے زمانے میں جبکہ دوستوں کی ضرورت معمول سے بھی زیادہ ہوتی ہے، دوستوں سے علیحدگی کیونکر اختیار کی جا سکتی ہے۔

کیونکہ دوستی کا عقد جب بندھ جاتا ہے تو اس سے ایک طرح کی قرابت داری قائم ہو جاتی ہے اس لئے یہ تو نہیں ہونا چاہئے کہ ایک گناہ کی بناء پر اس قرابت داری ہی کو ختم کیا جائے۔ بہت ہوا تو ان کو باور کرا دیں کہ ہم تمھارے عمل سے بیزار ہیں۔ مگر یہ کہ ایسے سے دوستی ہی نہ کریں جو فاسق و فاجر ہو یا گناہوں میں آلودہ ہو کیونکہ دوستی نہ کرنا خیانت نہیں، لیکن دوستی کرنا اور اسے توڑ دینا خیانت ہے۔ کیونکہ اس سے سابقہ حق تلف ہوتا ہے جو دوستی قائم کر کے طرفین نے اپنے اوپر لازم کر لیا تھا۔

اور اگر دوست اس گناہ کی معذرت پیش کرے اسے قبول کر لے خواہ

معلوم ہی کیوں نہ ہو کہ یہ غلط عذر پیش کر رہا ہے اور اگر وہ توبہ کر رہا ہو تو اسے بھی قبول کر لینا چاہئے۔

کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

''دوست کی معذرت کو قبول نہ کرنے والے کا گناہ اس شخص کے گناہ کے برابر ہے جو رہزن بن کر راہ گیروں سے خراج وصول کرتا ہے۔''

اور فرمایا کہ

''مومن جلدی غصّہ میں آجاتا ہے لیکن جلد ہی خوش بھی ہوجاتا ہے۔''

حکایت میں ہے کہ ایک بزرگ نے اپنے دوست سے کہا 'اگر تیرا دوست تجھ سے جفا کرے تو برہم نہ ہو کیونکہ ممکن ہے برہمی میں تجھے کوئی ایسی بات سننی پڑے جو پہلے سے بھی بدتر ہو اور یوں مزید خفگی کا باعث ہو۔ اسکے بعد میں نے جب بزرگ کے اِس قول کی آزمائش عملاً کی تو اسے بالکل درست پایا۔

۱۴ ...... جب کوئی گناہ گار دوست کسی پرہیزگار دوست کی صحبت میں رہتا ہے اور اُس کا خوفِ خدا اور وظائف کو دیکھتا ہے تو چند روز میں وہ بھی اپنے گناہ سے منہ موڑ کر اُس پر اصرار کرنے سے شرماتا ہے۔ جبکہ سُست آدمی جب ایک چُست اور کام کے حریص کے ساتھ رہتا ہے تو اس سے شرما کر خود بھی کام کرنے کی حرص کرتا ہے۔

ایک عالم جعفر ابن سلیمانؒ کہتے ہیں کہ جن اعمال میں سُستی کرتا ہوں تو محمد ابن واسع کو دیکھتا ہوں اور ان کی اطاعتِ خدا میں مشغولیت دیکھ کر سُرورِ عبادت جوں کا توں ہو جاتا اور ساری سُستی دور ہو جاتی ہے۔

(۲۵) ...... دوست سے کبھی اپنا رشتۂ دوستی نہ توڑا جائے۔

امام جعفرِ صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''ایک روز کی دوستی صِلہ ہے، ایک مہینہ کی دوستی قرابت ہے اور ایک سال کی دوستی قرابتِ قریبہ ہے۔''

جبھی کہا گیا ہے کہ

''قرابت داری دوستی کی محتاج ہے لیکن دوستی کو قرابت داری کی حاجت نہیں۔''

بلکہ دوستی کا تو لازمہ یہ ہے کہ دوست کی جدائی اور فراق نہایت شاق گزرے

جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہ ہو
یہ داغ وہ ہے جو دشمن کو بھی نصیب نہ ہو

(۲۶) ...... دوست کو ہمیشہ دعائے خیر میں یاد رکھئے چاہے وہ زندہ ہو یا مر چکا ہو اور اُس کے اہل وعیال کے لئے بھی ایسا ہی کرے کہ جس طرح خود اپنے لئے کرتا ہے کیونکہ یہ دعا بھی درحقیقت اپنے لئے ہوتی ہے۔

سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

''جو شخص اپنے دوست کی غیر حاضری میں اس کے لئے دعا کرتا ہے تو فرشتۂ الٰہی اُسے کہتا ہے اے شخص! میری

دعا ہے کہ تجھے وہی خیر و برکت حاصل ہو (جس کی دُعا
دوست کے لئے کر رہا ہے)۔"

ایک اور روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ (اے دعا کرنے والے)
میں ابتداء تجھی سے کروں گا (یعنی تیرے حق میں پہلے یہ
دعا قبول کرونگا جو تو نے اپنے دوست کیلئے کی ہے۔)

اور فرمایا

"جو دعا دوستوں کے لئے ان کی غیر موجودگی میں کی
جاتی ہے حق تعالیٰ اسے رد نہیں کرتا۔"

صحابیٔ رسولؐ حضرت ابوالدرداءؓ کہتے تھے کہ

"بحالتِ سجدہ ستّر دوستوں کے نام لے کر ہر ایک کے
لئے دعا کرتا ہوں۔"

جبھی اکثر بزرگوں کا کہنا ہے کہ تمھارا حقیقی دوست تو وہ ہے کہ تمھاری موت کے بعد جب تمھارے وارث ترکے اور میراث کی تقسیم میں لگے ہوئے ہوں (جو کہ واجب بھی ہے) تو وہ تیرے لئے دعا میں مشغول ہو اور اُس کا دل اسی خیال میں مستغرق ہو کہ نہ معلوم حق تعالیٰ کے رُوبرو تجھ پر کیا گزر رہی ہے۔

ہمیں تو باغ کی تکلیف سے معاف رکھو
کہ سیر و گشت نہیں رسم اہلِ ماتم کی

کیونکہ مُردہ شخص کی مثال اُس شخص کی طرح ہے جوڈوب رہا ہواور جان بچانے کے لئے اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مار رہا ہو، چنانچہ مُردہ بھی اپنے بیوی، بچوں اور دوستوں کی دعاؤں کا منتظر رہتا ہے کیونکہ ان زندہ لوگوں کی دعائیں نور کے پہاڑوں کی طرح مُردوں تک پہنچتی ہیں۔ روایات میں آیا ہے کہ:

''فرشتے دعاؤں کو نورانی طشتوں میں رکھ کر مُردوں کے سامنے لاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یہ تحفہ فلاں (دوست یا عزیز) کی طرف سے ہے اور مُردہ اس سے اسی طرح خوش ہوتا ہے جیسا کہ زندہ لوگ تحائف سے خوش ہوتے ہیں۔''

چوتھا حق

۱ ...... دوست کے مرنے کے بعد اس کے پسماندگان یعنی بیوی، بچوں اور متعلقین سے تغافل نہ کیا جائے۔

ایک بوڑھی عورت حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپؐ نے اس کی بڑی تعظیم وتکریم کی۔ صحابۂ کرامؓ کو اس پر بڑی حیرت ہوئی تو حضورؐ نے بتایا کہ یہ عورت خدیجہؑ کی زندگی میں ان کے پاس بہت آیا جایا کرتی تھی اور دوستی کا نبھانا ایمان میں شامل ہے۔

۲ ...... دوست کے ساتھ وفا میں دوسری چیز یہ ہے کہ دوست کے نہ صرف بچوں سے بلکہ ہر اس شخص سے شفقت کا برتاؤ کرے جو کسی بھی طرح دوست کے قریب ہو۔ مثلاً اس کے شاگرد اور نوکر چاکر وغیرہ۔ کیونکہ

ان سب پر اس شفقت کا اثر خود اس کے دوست سے بھی زیادہ ہوگا یعنی وہ بے حد خوش ہوں گے اور دوست کے تعلقداروں کی خوشی بہت بڑی چیز ہے۔

۳ ...... اگر کسی شخص کو کوئی بڑا درجہ یا عہدہ مل جائے یا اس کی عزت وتوقیر بڑھ جائے تو اسے چاہئے کہ پہلے زمانے کو بھلانہ بیٹھے اور پہلی سے عاجزی کو ملحوظ رکھے اور دوستوں کے ساتھ رعونت یا غرور سے پیش نہ آئے۔

۴ ...... وفا کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ دوستی کا خیال کبھی دل سے محو نہ ہو اور کسی بھی وجہ سے دوستی کا رشتہ منقطع نہ ہونے پائے کیونکہ شیطان کیلئے اس سے زیادہ اہم کام کوئی نہیں کہ وہ دوستوں کے درمیان تفرقہ ڈال دے تاکہ وہ ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں۔

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے کہ

''شیطان لوگوں میں فساد ڈلوا دیتا ہے۔''

(سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۵۴)

جس طرح حضرت یوسفؑ نے فرمایا

''اس کے بعد شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈلوا دیا۔''

(سورۂ یوسفؑ آیت نمبر ۱۰۰)

اور وفا اسی کا نام ہے کہ دوست سے کوئی شخص دوست کو بدظن نہ کر سکے اور بدظن کرنے کی کوشش کرنے والا ہر شخص اس کے نزدیک جھوٹا ہو۔

وفا کا حق یوں ادا ہوتا ہے کہ دوست کے دشمن کو دوست نہ بنائے کیونکہ

جو شخص اپنے دوست کے دشمن کو دوست بنالیتا ہے اسکی دوستی کبھی مستحکم نہیں ہوسکتی اور کمزور ہی رہتی ہے۔

۵ ...... دوستی میں تکلف روا نہیں اور چاہئے کہ دوست کے ساتھ تکلف نہ کیا جائے اور اس کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی یوں رہے کہ گویا اکیلا ہے (کیونکہ ظاہر ہے کہ تنہائی میں اپنے آپ سے کوئی تکلف نہیں کیا کرتا) کیونکہ اگر تکلف میں پڑ جائیں گے تو دوستی ناقص رہے گی۔

مولائے متقیان علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''بدترین دوست وہ ہے کہ جس کے ساتھ معذرت کرنے
اور تکلف کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہو۔''

جبھی کہا گیا ہے کہ

''زندگی گزارو تو اس طرح کے اہل دنیا کا ادب کرتے
رہو اور اہلِ آخرت کے ساتھ علم سے نبھاؤ اور اہل
معرفت کے ساتھ جیسے دل چاہے کیا کرو کہ وہ خود اِن
باتوں اور تکلفات سے بالاتر ہوتے ہیں۔''

قصہ مختصر یہ کہ خدا کی راہ میں دوستی مکمل یگانگت کا نام ہے اور جہاں یگانگت موجود ہو وہاں تکلف کا کیا گذر۔

تکلف علامت ہے بیگانگی کی
نہ ڈالو تکلف کی عادت زیادہ

۹ ...... اپنے آپ کو تمام دوستوں سے حقیر اور کمتر تصور کرے اور ان سے خوامخواہ کی امیدیں نہ باندھا کرے۔

کسی عالم سے کسی نے کہا کہ آجکل اچھے دوست تو کہیں ڈھونڈے سے بھی میسر نہیں، نایاب ہو گئے۔ وہ عالم خاموش رہے لیکن اس نے جب کئی بار اسی بات کو دھرایا تو فرمایا کہ:

''تم ڈھونڈتے تو ایسے دوست کو ہو جو تمھاری خدمت پر کمر بستہ رہے اور تمھاری دلداری کیا کرے تو بھائی ایسا دوست تو بلاشبہ نادر و نایاب ہے لیکن اگر تم دوست بن کر خود کسی کی خدمت و غمخواری کے آرزومند ہو تو ایسے اشخاص کی کمی نہیں ہے جو تمھاری دوستی کو قبول کر لیں اور تمھیں خدمت کا موقع دیں۔''

جبھی بزرگوں نے کہا ہے کہ:

''جو شخص اپنے آپ کو دوستوں پر فوقیت دیتا رہے وہ گناہ گار ہے اور اس کے دوست بھی اس کے حق میں گناہ گار ہوتے ہیں اور اگر وہ اپنے آپ کو ان کے برابر سمجھے تو خود بھی غمگین ہوگا اور ان کو بھی غمگین کرے گا ہاں اگر اپنے آپ کو ان سے کمتر جانے تو وہ خود بھی آرام سے رہے گا اور وہ بھی چین سے رہیں گے۔''

چند معنوی دوست

خدا سے دوستی کی فضیلت

ایک اعرابی نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ؟ قیامت کب آئے گی؟ حضورؐ نے فرمایا۔ تو نے اس کیلئے کیا کچھ جمع کر رکھا ہے؟ عرض کیا کہ نمازیں اور روزے میرے دامن میں کچھ ایسے زیادہ نہیں ہیں البتہ خدا اور اس کے رسولؐ سے دوستی ضرور رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تو یاد رکھ کہ قیامت کے دن تُو انہی کی صحبت میں ہوگا کہ جن کو دوست رکھتا ہے۔''

حقیقت بھی یہی ہے کہ جس نے خدا کی دوستی کا مزہ چکھ لیا تو وہ دنیا کی دوستی سے بیزار رہا کہ اس کے ساتھ دلچسپی باقی ہی کہاں رہ سکتی ہے۔

علماء کا کہنا ہے کہ:

''جس نے حق کو پہچانا تو وہ اسی کا ہو رہا اور جس نے دنیا کو پہچانا وہ دنیا کی محبت میں گرفتار ہی رہا اور مسلمان کو خوشی اُسی وقت نصیب ہوتی ہے کہ جب وہ حبِّ دُنیا سے خالی ہو ورنہ اندیشے اسے تفکّرات میں ڈالتے رہیں گے۔''

خدا سے دوستی و محبت کی علامتیں و نشانیاں

محبت ایک گوہرِ عزیز اور کامیاب شے ہے اور محبت کا دعویٰ دار بن بیٹھنا کوئی مذاق نہیں ہے لہٰذا آدمی کو بلا سوچے سمجھے محبت کا گمان اپنے اوپر نہیں

کر لینا چاہئے کہ میں بھی اہل محبت میں سے ہوں کیونکہ محبت کی خاص نشانیاں اور علامتیں ہوتی ہیں۔ پس دیکھنا چاہئے کہ وہ اس میں بھی پائی جاتی ہیں یا نہیں؟

اور یہ نشانیاں سات ہیں:

۱ ...... موت سے کراہت نہ کرے

کیونکہ دوست کو دوست کے قُرب سے کراہت کب ہوتی ہے؟ کسی عالم نے ایک عابد سے پوچھا کہ کیا تمھیں موت سے محبت ہے؟ عابد نے جواب میں توقف کیا تو عالم نے کہا کہ:

''اگر تو صادق ہوتا تو سوچ میں نہ پڑتا اور موت کو دوست رکھتا۔''

البتہ یہ جائز ہے کہ آدمی کو موت سے محبت تو ہو لیکن اس کے جلدی آجانے سے کراہت کرے نہ کہ خود موت سے کراہت کرے اور اس کراہت کی وجہ یہ ہو کہ اس کا زادِ آخرت ابھی تیار نہ ہوا ہو اور وہ اسے تیار کرنے میں مصروف ہو اور اس خواہش کی خود ایک علامت ہوتی ہے اور وہ یہ کہ ایسا شخص ہمیشہ زادِ آخرت جمع کرنے کیلئے برقرار رہتا ہے۔

۲ ...... خدا کے محبوب پر اپنے محبوب کو نثار کر دے

اور جو چیز بھی اسے اپنے حق میں ذریعہ قربت معلوم ہو اس سے ہرگز دست بردار نہ ہو اور جو چیز اس سے دوری کا باعث ہو اس سے لازماً کنارہ کش رہے اور یہ شخص وہ ہوتا ہے جو خلوص دل سے صرف حق تعالیٰ ہی کو

دوست رکھتا ہے۔

جیسا کہ ایک حدیث میں ملتا ہے کہ رسولؐ نے فرمایا

''اگر تم کسی ایسے شخص کے دیدار کے متمنّی ہو جو صدقِ دل سے پوری طرح حقِ تعالیٰ کا دوست ہو تو حذیفہؓ کے غلام سالمؓ کو دیکھ لو۔''

پس اگر کسی سے گناہ سرزد ہو جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کو حقِ تعالیٰ سے محبت نہیں، بلکہ یہ نشانی اس چیز کی ہے کہ اسے محبت ہے تو سہی لیکن پورے طور سے نہیں۔

جبھی ایک مردِ عارف کا قول ہے کہ:

''کہ اگر کوئی تجھ سے پوچھے کہ تجھے حق تعالیٰ سے محبت ہے؟''

تو جواب میں خاموشی اختیار کرو کیونکہ اگر تمھارا جواب نفی میں ہوگا تو کافر ہو جاؤ گے اور اگر کہو گے ہاں مجھے محبت ہے تو تمھارا یہ فعل دوستانِ الٰہی کا فعل نہ ہوگا۔ (کہ تقاضائے دوستی پورے ہی کب کئے ہیں؟)

۳ ...... ذکرِ الٰہی کی تازگی اور شگفتگی سے اس کا دل کبھی محروم نہ رہے

اور نہ صرف اس کے ذکر کو تازہ رکھے بلکہ بے تکلفی سے اُس کا مشتاق بھی رہے کیونکہ دوست کو دوستوں کی دوستی کے ذکر میں حجاب اور کیسی جھجک، وہ اکثر اس کے ذکر میں لگا رہتا ہے جھینپنے کی اس میں گنجائش ہی نہیں۔ محبت کامل ہو تو محبوب کی یاد دل سے کبھی محو نہیں ہو سکتی لیکن

''اگر زبردستی دل کو ذکرِ الٰہی میں مشغول کرنے کی
کوشش کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا دل
دراصل کہیں اور اٹکا ہوا ہے تو پھر اسکا محبوب وہی ہوا
جس کی یاد اس کے دل پر مسلط ہے نہ کہ خدا تعالیٰ کہ جس
کی یاد اور محبت اس کے دل پر غالب نہیں ہے۔''

پس ہوسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی دوستی تو غالب نہ ہو لیکن اس کی دوستی سے دوستی کا خواہاں ہو۔ یعنی چاہتا فقط یہ ہے کہ اس کی دوستی کو دوست بنا لے حالانکہ محبت اور چیز ہے اور خیال محبت اُس سے بالکل الگ چیز ہے۔

۴ ...... قرآن کو دوست رکھے

کہ وہ اُس کا کلام ہے، اس کے رسولؐ و آئمہؑ کو دوست رکھے کہ وہ اُس کے دوست ہیں اور ہر اُس چیز کو دوست رکھے جسے اُس کے ساتھ کسی بھی طرح کی مناسبت ہے کیونکہ اسکی نسبت بھی عزیز ہے اور یوں بالآخر اس کی دوستی مضبوط ہوتے ہوتے اس حد تک پہنچ جائے گی کہ ساری کی ساری مخلوق اسے اپنی دوست دکھائی دینے لگے گی۔ کیونکہ یہ نسبت کیا کم ہے کہ سب اُسی کے بندے ہیں بلکہ بات اس سے بھی آگے چلی جائے گی اور عالمِ موجودات کا ذرّہ ذرّہ اسے اپنا دوست معلوم ہوگا اس لئے کہ ہر ذرّہ اُسی کا بنایا ہوا ہے کیونکہ اس دنیا میں بھی جب انسان کسی کو دوست رکھتا ہے تو اس کو ہر چیز حتٰی کہ اُس کا خط، اُس کی تحریر اور اُس کی تصنیف بھی پیاری لگتی ہے اور وہ اُس سے بھی محبت کرنے لگتا ہے۔

۵ ...... خلوت کیلئے بے قرار اور مناجات کیلئے مضطرب رہتا ہو

بلکہ یوں کہ گویا اُن کے انتظار میں گرفتار رہے اور ہمیشہ اس انتظار میں رہے کہ کب رات آئے گی اور میں دنیاوی جھمیلوں سے چھٹکارہ پا کر خلوت میں حضورِ دوست میں پہنچ سکوں گا لیکن اگر عملی طور پر یہ صورت حال کہ دن ورات سونے ہی سے فرصت نہ ہو اور اگر ہو بھی تو دُنیاوی باتیں ہی ختم ہونے میں نہ آئیں تو پھر دوستی، نیند اور باتوں سے ہوئی نہ کہ حقِ تعالیٰ سے۔ بلکہ یوں تو خدا سے دوستی ہو بھی تو بھی کمزور رہے گی۔

حضرت داوٗدؑ پر وحی نازل ہوئی کہ:

''اے داوٗدؑ: لوگوں میں سے ہر کسی کو اپنا دوست نہ بنا لیا کرو انہی میں دو قسم کے لوگ ایسے بھی موجود ہیں کہ میری محبت سے محروم رہتے ہیں۔ان میں سے ایک تو وہ ہوتے ہیں کہ ثواب حاصل کرنے کی انہیں بڑی جلدی پڑی رہتی ہے اور اگر اس میں دیر ہو جائے تو پھر (جلدی چھوڑ دیر کا بھی خیال نہیں رہتا) کاہلی اور سستی کا شکار ہو جاتے ہیں۔اور دوسرے وہ ہیں جو ازاوّل تا آخر مجھے بھلائے رکھتے ہیں اور اپنے ہی خیالوں میں مگن رہتے ہیں اور اُن کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ میں انہیں دنیا میں بس اُنھیں کے حال پر چھوڑ دیتا ہوں بلکہ خاصا پریشان رکھتا ہوں۔''

پس جب خدا کی محبت غالب ہو تو غیر اللہ کی محبت بالکل مغلوب ہو جاتی ہے بلکہ دب کر رہ جاتی ہے۔

حضرت داؤدؑ پر وحی نازل ہوئی کہ

''وہ شخص جھوٹا ہے جو ہماری دوستی کا دعویٰ کرتا ہے اور رات بھر سویا رہتا ہے ورنہ کیا دوست کے دیدار کے لئے دوست جاگ نہیں سکتا۔''

نیز حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ''جو شخص مجھے ڈھونڈتا ہے میں اُس کے ساتھ ہوں''۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا بارِالٰہا! تو کہاں ہے کہ میں تجھے ڈھونڈ سکوں؟ ارشاد ہوا جب تو نے تلاش کا ارادہ ظاہر کیا تو سمجھ لے کہ مجھے پالیا۔

۶ ...... عبادت اس کیلئے بالکل آسان ہو

یہ نہیں کہ اسے بوجھ یا دشوار کام تصوّر کرے اور ہرگز گراں نہ گذرے۔ ایک شخص کا کہنا ہے کہ عبادت کے پہلے بیس برس کے دوران رات کو نماز مجھ پر اس قدر گراں گذرتی تھی کہ گویا جان نکل رہی ہو لیکن پھر جب میں عادی ہو گیا اور اس لذّت کو پالیا تو اب عبادت مجھے عیش و عشرت معلوم ہوتی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب خدا کی دوستی مضبوط ہو جائے تو کوئی لذّت عبادت کی لذّت سے بڑھ نہیں سکتی تو پھر یہ دشوار اور گراں کیوں کر ہو سکتی ہے؟

۷ ...... خدا تعالیٰ کے تمام اطاعت گذار بندوں سے محبت رکھے

سب پر رحم کرے اور شفقت سے پیش آئے اور تمام کافروں، فاجروں

اور گناہ گاروں سے بُغض رکھے کسی پیغمبر علیہ السلام نے پوچھا تھا کہ:

"بارِالہٰا! وہ کون لوگ ہیں جو تیرے مُحب اور دوست کہلانے کے مستحق ہیں؟ ارشاد ہوا کہ جو مجھ پر اس طرح فریفتہ ہوتا ہے جس طرح کہ بچہ اپنی ماں پر فریفتہ ہوتا ہے اور میرا ذکر جن کیلئے ایسی پناہ گاہ ہوتا ہے جس طرح پرندے کے لئے آشیانہ اسکی پناہ گاہ ہوتا ہے۔ نیز جو کسی کو گناہ کرتے دیکھ لیتے ہیں تو غصہ میں آکر ایسے بے خوف ہوجاتے ہیں جیسے کہ چیتا غصہ میں آکر کسی سے نہیں ڈرتا۔"

پس یہ اور اس قسم کی بہت سی پریشانیاں اور علامتیں ہیں جو دوستانِ الٰہی میں ہوا کرتی ہیں اور اگر یہ سب کی سب کسی میں موجود ہوں تو بیشک خدا کے ساتھ اس کی دوستی کامل ہے لیکن اگر ان میں سے بعض کسی میں پائی جاتی ہوں اور بعض نہ پائی جاتی ہوں تو حقِ تعالیٰ کے ساتھ اسکی دوستی بھی اُسی مقدار کے مطابق ہوگی یعنی ناقص و ناتمام ہوگی، مکمل نہیں کہلائے گی۔

تیرا سچا دوست صرف وہ ہے
جو تیرے ساتھ چاپلوسی سے پیش نہ آئے
اور تیرا ثناء خواں وہ ہے جو تجھے سُنا کر تیری تعریف نہ کرے
امام علی علیہ السلام

کتاب ایک معنوی دوست

فراغت کے اوقات میں ہم اپنے لئے ایک بہترین دوست کا انتخاب کر سکتے ہیں اور یہ دوست ہے کتاب اور ایسے امور کے بارے میں غور وفکر کرنا ہے جو ہماری فکری نشو ونما کا سبب ہوں۔

کتاب کے مطالعہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہر فرد خواہ وہ دولت مند ہو یا غریب، عالی مقام شخصیات سے یکساں طور پر فیض یاب ہو سکتا ہے اور اپنے اوقات کو تاریخ کی پاکباز اور عظیم شخصیات سے گفتگو کرتے ہوئے بسر کرتا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''جو شخص علم ودانش کے ہمراہ تنہائی اختیار کرے گا وہ تنہائی کی وحشت سے امان میں رہے گا۔''

انسان فطرتاً تنہائی سے گریز کرتا ہے۔ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ دوستوں سے ملے جلے، اعزّاء واقرباء کے درمیان اٹھے بیٹھے۔ گویا تنہائی میں اس کی زندگی ناقص ہے۔ بے شک کتاب انسان کیلئے بہترین دوست ہے جو ہمیں عام افراد کے ماحول سے نکال کر عظیم لوگوں کی ہم نشینی فراہم کرتی ہے۔ دنیادار لوگوں سے میل جول اکثر اپنے افکار ورجحانات کا تابع کر لیتے ہیں لیکن کتاب ایک جہاں دیدہ بزرگ کی مانند ہمیں پند ونصیحت کرتی ہے اور اپنے حکمت آمیز کلمات کے ذریعے ہوس کے اثرات کو ہماری روح سے

زائل کردیتی ہے۔

جس طرح کسی کے دوستوں کو دیکھ کر اس کے اپنے اخلاق اور شخصیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اسی طرح کسی شخص کا کتابوں کے انتخاب اور مطالعہ سے اس کے لگاؤ کو دیکھ کر اس کے طرزِ فکر اور روح کی گہرائی سے واقفیت حاصل کی جاسکتی ہے۔

بالکل اسی طرح جیسے بُری صحبت کے خطرات سے بچنے کیلئے دوست کے انتخاب میں احتیاط اور ہوشیاری سے کام لینا ضروری ہے اسی طرح کتاب کا انتخاب کرتے ہوئے بھی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ ہر کتاب قابلِ مطالعہ نہیں ہوتی۔ ایسی گمراہ کن اور فضول مطبوعات جن کے شرم ناک مسائل کسی سے پوشیدہ نہیں، جو اپنے قاری کے پاکیزہ قلب اور شفاف ذہن میں داخل ہو کر اس کے اخلاق، اعتقادات اور فضائل کی بُنیاد پر نقب لگادیتے ہیں، کے مطالعہ سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ بہت سے نمایاں افراد نے اپنی اخلاقی، روحانی اور عملی قوتوں کو انہی لبریز کُتب سے حاصل کیا ہے اور انہی کے ذریعے خدا کی جانب اپنے سفر کا آغاز کیا ہے۔